An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

July-September, 2025, Volume:05, Issue:03 Pages:01-10

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Publisher Website: https://www.mircpk.net

HEC "Y" Category
HJRS HEC Journal Recognition System

مسلم عائلی نظام کی تشکیل و تخریب میں سوشل میڈیا کا کردار: تجزیاتی مطالعہ

THE ROLE OF SOCIAL MEDIA IN THE FORMATION AND DISRUPTION OF THE MUSLIM FAMILY SYSTEM: AN ANALYTICAL STUDY

***Zanera Afzal**[1], **Professor Dr Khalid Mahmood Arif**[2]

[1] MPhil Scholar, Department of Islamic Studies Riphah International University, Faisalabad, Punjab, Pakistan.
[2] HoD, Department of Islamic Studies Riphah International University, Faisalabad, Punjab, Pakistan.

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	June 07, 2025
Revised:	June 28, 2025
Accepted:	July 02, 2025
Available Online:	July 06, 2025

Keywords:

Muslim Family System
Social Media
Islamic Ethics
Digital Behavior & Media Literacy
Family Disruption

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

In the modern digital age, social media has emerged as a powerful force influencing individual behaviors and social structures, including the traditional Muslim family system. This study aims to analytically examine the dual role of social media in both the formation and disruption of Muslim familial values and relationships. The research employs a qualitative methodology, combining content analysis of social media platforms with scholarly literature and case studies to evaluate the extent of its impact.

The study explores how social media fosters connectivity, strengthens communication among family members, and provides platforms for religious education and emotional support. Conversely, it also highlights how unregulated usage contributes to moral decline, privacy violations, trust issues, and the weakening of marital and parental bonds.

The significance of this research lies in its attempt to balance modern digital engagement with the ethical and spiritual framework of Islam. The study underscores the need for a structured and faith-based approach to digital interaction, especially within Muslim households. It suggests educational programs, community-based awareness campaigns, and the integration of Islamic media literacy as solutions to mitigate adverse effects.

In conclusion, while social media is an inevitable part of modern life, its influence on the Muslim family system can either be constructive or corrosive, depending on how it is used. The study calls for a proactive, value-based approach to harness its benefits while protecting the sanctity of the Muslim home.

***Corresponding Author's Email:** zunairaafzal556@gmail.com

عصر حاضر کے ڈیجیٹل دور میں سوشل میڈیا نے انسانی تعلقات اور سماجی ڈھانچے کو نئے سرے سے تشکیل دیا ہے۔ خاص طور پر مسلم معاشروں میں جہاں عائلی نظام مذہبی اقدار، روایات اور اجتماعی رشتوں پر استوار ہوتا ہے، سوشل میڈیا کے اثرات گہرے اور دوہرے ہیں۔ یہ مطالعہ مسلم خاندانوں پر سوشل میڈیا کے تشکیل اور تخریبی دونوں کردار کا تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے۔ سوشل میڈیا نے ایک طرف خاندانی رابطوں کو آسان بنایا، دینی علم تک رسائی کو وسیع کیا اور عائلی تعاون کے نئے راستے کھولے ہیں۔ دوسری طرف اس نے نوجوان نسل کو مغربی کلچر سے متعارف کروانے، خاندانی رازداری کو مجروح کرنے اور روایتی اقدار کے مابین کشمکش پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

اس تحقیق کا بنیادی مقصد سوشل میڈیا کے ان دوہرے اثرات کا اسلامی تناظر میں تجزیہ کرنا ہے، جس میں معاصر مسلم خاندانوں کے چیلنجز، مواقع اور ممکنہ حل پر روشنی ڈالی جائے گی۔ یہ مطالعہ نہ صرف موجودہ صورت حال کا احاطہ کرے گا بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں متوازن ڈیجیٹل کلچر کی تشکیل کے لیے رہنما اصول بھی تجویز کرے گا۔

عائلی نظام کی تبدیلی میں کارفرما عوامل

عائلی نظام کی تبدیلی میں مندرجہ ذیل عوامل کارفرما ہیں:

1. **معاشی عوامل** (غربت، مہنگائی، خواتین کا معاشی کردار)۔[1]

2. **ثقافتی عوامل** (مغربی ثقافت کا اثر، شادی کے رواج میں تبدیلی)۔[2]
3. **تعلیمی عوامل** (جدید تعلیم کا اثر، دینی تعلیم کی کمی)۔
4. **ٹیکنالوجی کے اثرات** (سوشل میڈیا، غیر اخلاقی مواد)۔[3]
5. **خواتین کا بدلتا کردار** (مساوات کا تصور، گھریلو ذمہ داریوں کا توازن)۔
6. **اخلاقی زوال** (خود غرضی، مادہ پرستی، اعتماد کا فقدان)۔[4]

معاشی عوامل کا عائلی نظام کی تبدیلی پر اثر

عائلی نظام کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہے اور اس کے استحکام کا دارومدار خاندان کے افراد کے درمیان محبت، عدل، اور توازن پر ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس نظام کی مضبوطی اور استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے واضح رہنما اصول دیے گئے ہیں۔ تاہم، عصر حاضر میں مختلف عوامل، بالخصوص معاشی مسائل، نے اس نظام کو متاثر کیا ہے۔ غربت، مہنگائی، اور خواتین کے بدلتے معاشی کردار نے عائلی نظام کی جڑوں کو کمزور کر دیا ہے۔ ان مسائل کا اثر نہ صرف خاندان کے مجموعی ڈھانچے پر ہوتا ہے بلکہ انفرادی تعلقات اور بچوں کی تربیت پر بھی پڑتا ہے۔ درج ذیل میں ان عوامل پر تفصیلی گفتگو پیش کی جا رہی ہے تاکہ ان کے اثرات اور اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کی جاسکے۔

غربت اور مہنگائی

معاشی حالات کسی بھی خاندان کے استحکام کا بنیادی عنصر ہیں۔ جب ایک خاندان اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو تو یہ صورت حال تنازعات کو جنم دیتی ہے۔ غربت اور مہنگائی نے خاص طور پر کم آمدنی والے خاندانوں میں بے چینی پیدا کی ہے۔ خاندانی نظام، جو محبت اور اعتماد پر مبنی ہونا چاہیے، ان حالات میں دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ بچوں کی تعلیم اور صحت متاثر ہوتی ہے، جبکہ شوہر اور بیوی کے درمیان تعلقات میں تلخی پیدا ہوتی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تصنیف "اسلامی نظمِ معیشت کے اُصول اور مقاصد" میں اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "اسلامی نظام میں غربت کے خاتمے اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کے لیے زکوٰۃ اور صدقات کا ایک جامع اور متوازن نظام فراہم کیا گیا ہے، جو نہ صرف انفرادی ضروریات کو پورا کرتا ہے بلکہ پورے معاشرے کی بھلائی کا ضامن ہے۔ یہ نظام دولت کے بہاؤ کو کنٹرول کرتا ہے اور دولت کو چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے سے روکتا۔"[5]

اکثر اوقات یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب خاندان کی بنیادی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو اختلافات سر اٹھا لیتے ہیں اور والدین اپنے بچوں کے گلے کاٹنے تک سے گریز نہیں کرتے اگر حکومت وقت ایسے موقع پر عوام الناس کے لیے زکوۃ اور عشر کے نظام کے ذریعے ضرورت مندوں کی مدد کرے تو اس سے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

معاشی عدم استحکام کے شادیوں پر اثرات

معاشی حالات کسی بھی فرد، خاندان اور معاشرے کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ جب کسی ملک یا خطے میں معاشی عدم استحکام جنم لیتا ہے، تو اس کا اثر نہ صرف افراد کی روزمرہ ضروریات پر پڑتا ہے بلکہ خاندانی نظام، خاص طور پر شادی جیسے اہم سماجی ادارے پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ مہنگائی، بیروزگاری، آمدنی کا غیر متوازن نظام، اور معاشی دباؤ نوجوان نسل کو شادی کے فیصلے میں تذبذب کا شکار کر دیتے ہیں۔[6] اس کے نتیجے میں شادیاں تاخیر کا شکار ہو جاتی ہیں، گھریلو جھگڑے جنم لیتے ہیں، اور بعض اوقات رشتہ داریاں اور ازدواجی تعلقات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں جب معاشی بحران عالمی سطح پر ایک مستقل مسئلہ بن چکا ہے، اس تناظر میں اس موضوع کا جائزہ لینا نہایت اہم ہے کہ معاشی عدم استحکام کس طرح شادیوں کے رجحان، معیار، اور استحکام پر اثر انداز ہو رہا ہے، اور اسلامی تعلیمات ہمیں اس مسئلے کے حل کے لیے کیا رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

صنعتی ترقی

صنعتی ترقی وہ عمل ہے جس کے تحت ایک معاشرہ زراعت یا دستکاری کی بنیاد پر قائم معیشت سے جدید صنعتوں، ٹیکنالوجی اور مشینی پیداوار کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی نہ صرف معاشی ڈھانچے کو متاثر کرتی ہے بلکہ سماجی، ثقافتی اور اخلاقی اقدار پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ صنعتی ترقی نے انسان کی زندگی کو آسان اور سہل ضرور بنایا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ طبقاتی فرق، ماحولیاتی آلودگی، دیہی ہجرت اور خاندانی نظام میں دراڑ جیسے نئے مسائل بھی جنم دیے۔ مشینوں کا بڑھتا ہوا استعمال، انسانی محنت کی جگہ خودکار نظاموں کا آنا اور دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز، ایسے پہلو ہیں جن پر غور و فکر ضروری ہے۔[7] اسلامی تعلیمات جہاں محنت، عدل، مساوات اور انسانی فلاح کو مقدم رکھتی ہیں، وہاں صنعتی ترقی کو ایک مثبت قوت کے طور پر قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ لہٰذا صنعتی ترقی کا جائزہ صرف معیشت کے زاویے سے ہی نہیں بلکہ اس کے اخلاقی، سماجی، اور دینی اثرات کی روشنی میں بھی لیا جانا چاہیے۔

شہری آبادی میں اضافہ

شہری آبادی میں اضافہ، جسے "شہریت پذیری" یا "اربنائزیشن" کہا جاتا ہے، وہ سماجی و معاشی رجحان ہے جس کے تحت لوگ دیہی علاقوں سے نقل مکانی کر کے شہروں میں مستقل سکونت اختیار کرتے ہیں۔ یہ عمل صنعتی ترقی، بہتر روزگار کے مواقع، تعلیم، علاج اور دیگر بنیادی سہولیات کی تلاش کے نتیجے میں تیز تر ہو رہا ہے۔ اگرچہ اربنائزیشن نے انسانی ترقی کے کئی دروازے کھولے ہیں، لیکن اس کے ساتھ کئی سنجیدہ چیلنجز بھی سامنے

آئے ہیں، جیسے بے ہنگم آبادکاری، ٹریفک کا دباؤ، ماحولیاتی آلودگی، بے روزگاری، جرائم کی شرح میں اضافہ، اور خاندانی و سماجی تعلقات کی کمزوری۔ دیہی سادگی، خاندانی ہم آہنگی اور معاشرتی ربط، شہری زندگی کی مصروفیت اور مادہ پرستی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔[8] اسلامی معاشرتی اصول ہمیں توازن، عدل، اور باہمی ربط و احترام کا سبق دیتے ہیں، جس کی روشنی میں شہری آبادی میں اضافے کے اس عمل کو منظم، اخلاقی اور انسان دوست انداز میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ شہری زندگی کو اسلامی اقدار سے ہم آہنگ کرنا ہی اس رجحان کے منفی اثرات سے بچنے کا مؤثر ذریعہ ہو سکتا ہے۔

ثقافتی تبدیلی

ثقافت کسی قوم کی طرزِ زندگی، اقدار، رسوم و رواج، زبان، لباس، عقائد، فنون اور روایات کا مجموعہ ہوتی ہے، جو نسل در نسل منتقل ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ جب کسی معاشرے کے اندر یا باہر سے ایسے عوامل اثرانداز ہوتے ہیں جو ان روایات، رویّوں یا اقدار میں تبدیلی پیدا کریں، تو اسے ثقافتی تبدیلی کہا جاتا ہے۔ یہ تبدیلی بسا اوقات فطری طور پر بتدریج آتی ہے، اور کبھی بیرونی دباؤ، ٹیکنالوجی، مغربی اثرات، یا گلوبلائزیشن کے نتیجے میں تیز رفتاری سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ جدید دور میں میڈیا، انٹرنیٹ، تعلیمی نظام اور اقتصادی عوامل ثقافتی تبدیلی کے بڑے ذرائع بن چکے ہیں۔

بعض تبدیلیاں مفید اور اصلاحی ثابت ہوتی ہیں، جبکہ کچھ معاشرتی بگاڑ، اخلاقی گراوٹ، اور مذہبی اقدار سے انحراف کا باعث بنتی ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ہر وہ تبدیلی قابل قبول ہے جو اخلاق، عدل، مساوات اور دینی اصولوں سے ہم آہنگ ہو، اور وہ رد کی جانی چاہیے جو فحاشی، عریانی، مادہ پرستی یا بے راہ روی کو فروغ دے۔

لہٰذا ثقافتی تبدیلی کا جائزہ صرف سوشیالوجیکل زاویے سے نہیں بلکہ اسلامی فکر، تہذیبی خودی، اور قومی شناخت کے تناظر میں بھی لیا جانا ضروری ہے۔

ثقافتی انضمام کے عمل

ثقافتی انضمام (Cultural Assimilation) ایک ایسا سماجی عمل ہے جس کے ذریعے ایک فرد یا اقلیت، اکثریتی معاشرے کی ثقافت، زبان، رسوم و رواج، اور طرزِ زندگی کو اپنا لیتی ہے، یہاں تک کہ اس کی اپنی انفرادی ثقافتی شناخت مدھم یا ختم ہو جاتی ہے۔ یہ عمل عام طور پر ہجرت، تعلیم، معاشی وابستگی، یا معاشرتی دباؤ کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جب ایک ثقافت دوسری غالب ثقافت کے ساتھ مسلسل رابطے میں آتی ہے، تو رفتہ رفتہ وہ اپنی روایات، زبان، لباس، خوراک حتیٰ کہ عقائد میں بھی تبدیلی محسوس کرتی ہے۔

عصرِ حاضر میں گلوبلائزیشن، میڈیا، مغربی تعلیم اور بین الاقوامی سفر نے اس انضمامی عمل کو تیز تر کر دیا ہے۔[9] اگرچہ ثقافتی ہم آہنگی بعض اوقات بین الثقافتی سمجھ بوجھ اور رواداری کو فروغ دیتی ہے، لیکن اس کے منفی پہلو بھی ہیں، جیسے اپنی اصل شناخت کھو دینا، مذہبی و تہذیبی اقدار سے دوری اور ثقافتی طور پر الگ تھلگ ہونے کا احساس۔

اسلام اس بات کی اجازت تو دیتا ہے کہ مسلمان دوسروں کے ساتھ رواداری اور حسنِ سلوک سے پیش آئیں، لیکن اپنی دینی، تہذیبی اور اخلاقی شناخت کو ضائع کرنا قطعی قابل قبول نہیں۔

ہجرت کرنے والے خاندانوں پر اثرات

عصر حاضر میں دنیا بھر میں معاشی، تعلیمی، سیاسی اور سلامتی کے عوامل کی بنا پر لاکھوں افراد ہجرت پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مہاجرین جب کسی نئے ملک یا معاشرے میں قدم رکھتے ہیں، تو انہیں صرف نئی زبان، معاش، اور ثقافت سے ہی واسطہ نہیں پڑتا بلکہ ان کے خاندانی نظام کو بھی کئی چیلنجز کا سامنا ہوتا ہے۔

مہاجر خاندان اکثر ثقافتی کشمکش، نسلی امتیاز، معاشی دباؤ اور نئی نسل کی اقدار سے وابستگی جیسے مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ نوجوان مہاجرین تیزی سے میزبان معاشرے کی ثقافت کو اپناتے ہیں، جبکہ والدین اپنی روایتی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کشمکش سے نسلوں کے درمیان فاصلے، خاندانی رشتوں میں کمزوری اور والدین کی اتھارٹی کی کمی جیسے مسائل جنم لیتے ہیں۔[10]

اسلامی تعلیمات ہمیں مہاجرین کے لیے ایسی رہنمائی فراہم کرتی ہیں جس میں ثقافتی موافقت کے ساتھ دینی اور اخلاقی شناخت کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اسلام خاندانی نظام کو معاشرے کی بنیاد سمجھتا ہے اور والدین، اولاد، اور زوجین کے باہمی حقوق و فرائض کی حفاظت پر زور دیتا ہے۔

قانونی و سیاسی عوامل

ہر معاشرہ اپنے قانونی و سیاسی نظام کی بنیاد پر ہی اپنے اجتماعی ڈھانچے کو منظم کرتا ہے۔ قانونی و سیاسی عوامل کسی بھی قوم کی فکری، سماجی، اقتصادی، تعلیمی اور ثقافتی ترقی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ قانون سازی، عدالتی نظام، آئینی تحفظات، اور سیاسی پالیسیاں وہ عناصر ہیں جو شہریوں کے بنیادی حقوق، آزادیوں، اور معاشرتی ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہیں۔ اسی طرح سیاسی استحکام، حکومتی رویے، قیادت کا کردار، اور پالیسی سازی کے رجحانات عوامی رویوں، قومی ترجیحات، اور بین الاقوامی تعلقات کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے قانونی و سیاسی نظام کا مقصد صرف نظم و نسق قائم رکھنا نہیں بلکہ عدل، مساوات، انسانی کرامت، اور خیر و فلاح کو یقینی بنانا ہے۔ جب کسی معاشرے میں قوانین اور سیاست دینی و اخلاقی اصولوں سے ہم آہنگ ہوں، تو وہ معاشرہ امن، ترقی اور فلاح کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر جب قوانین ناانصافی، مفاد پرستی، یا نظریاتی بے سمتی پر مبنی ہوں، تو معاشرتی فساد، طبقاتی تفریق اور بداعتمادی جنم لیتی ہے۔

قانونی تبدیلیاں اور خواتین کے حقوق

گزشتہ چند دہائیوں کے دوران دنیا بھر میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے قانونی سطح پر اہم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ان تبدیلیوں کا مقصد خواتین کو مساوی مواقع، تحفظ، تعلیم، وراثت، روزگار، اور سیاسی شرکت جیسے بنیادی حقوق فراہم کرنا ہے۔ اگرچہ ان قانونی اصلاحات نے کئی مثبت نتائج پیدا کیے ہیں، لیکن بہت سے معاشروں میں عملی سطح پر ان قوانین پر عمل درآمد اب بھی ایک چیلنج ہے۔[11]

اسلام نے چودہ سو سال قبل خواتین کو جو حقوق دیے، وہ آج کے جدید قوانین سے کہیں زیادہ متوازن اور باعزت ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ قانونی تبدیلیوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق جانچا جائے، تاکہ خواتین کے حقوق کی حفاظت ہو اور معاشرتی توازن بھی برقرار رہے۔

روایتی خاندان سے رفاقتی خاندان کی طرف سفر

جدید معاشروں میں خاندانی ڈھانچے میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھنے کو ملی ہے، جسے "ادارہ جاتی خاندان" سے "رفاقتی خاندان" کی طرف منتقلی کہا جاتا ہے۔ پہلے خاندان کو ایک سماجی و معاشی ادارہ سمجھا جاتا تھا، جہاں فرائض، ذمہ داریاں اور روایات بنیادی حیثیت رکھتی تھیں۔ مگر اب خاندان کو جذباتی ہم آہنگی، ذاتی اطمینان، اور باہمی رفاقت کی بنیاد پر استوار کیا جا رہا ہے۔[12]

اس تبدیلی نے جہاں ازدواجی زندگی میں محبت اور باہمی احترام کو فروغ دیا ہے، وہیں خاندانی نظم، بزرگوں کی اتھارٹی اور روایتی اقدار کو کمزور بھی کیا ہے۔ اسلامی معاشرتی تعلیمات رفاقت، محبت اور عدل کو خاندان کی بنیاد قرار دیتی ہیں، مگر ان میں ذمہ داری، اطاعت اور باہمی تعاون کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے، جو صرف جذباتی وابستگی سے زیادہ وسیع تصور ہے۔

ٹیکنالوجی اور جدید میڈیا

عصرِ حاضر میں ٹیکنالوجی اور جدید میڈیا نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو متاثر کیا ہے، جن میں خاندانی نظام سرِفہرست ہے۔ سوشل میڈیا، موبائل فونز، انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے افراد کو ایک دوسرے سے جوڑنے کے بجائے بسا اوقات ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے۔ خاندان کے افراد، جو پہلے باہم بیٹھ کر وقت گزارتے تھے، اب الگ الگ اسکرینوں میں مصروف رہتے ہیں۔

ٹیکنالوجی نے جہاں معلومات، تعلیم، اور رابطوں میں آسانی پیدا کی ہے، وہیں خاندانی اقدار، بزرگوں کا احترام اور بچوں کی اخلاقی تربیت جیسے عناصر متاثر ہو رہے ہیں۔ میڈیا پر دکھائی جانے والی غیر اسلامی ثقافت، مغربی طرزِ زندگی اور فحاشی و بے راہ روی خاندانی ہم آہنگی کو زوال کی طرف لے جا رہی ہے۔

اسلامی تعلیمات توازن، اعتدال اور حدود کی رعایت کے ساتھ ٹیکنالوجی کے مثبت استعمال کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید میڈیا کو خاندانی تربیت، دینی تعلیم اور اخلاقی اقدار کے فروغ کا ذریعہ بنایا جائے، نہ کہ خاندانی نظام کو برباد کرنے کا۔

شہری ابلاغ اور سماجی نظم و ضبط

شہری معاشروں میں ابلاغ (Communication) کا کردار نہایت اہم اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ شہروں میں افراد مختلف طبقات، زبانوں، ثقافتوں اور نظریات سے تعلق رکھتے ہیں، جنہیں باہم مربوط رکھنے کے لیے مؤثر ابلاغی نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ شہری ابلاغ کے ذرائع — جیسے سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، اشتہارات، تعلیمی ادارے اور مذہبی پلیٹ فارم نہ صرف معلومات کی ترسیل کا ذریعہ ہیں، بلکہ سماجی رویوں اور طرزِ فکر کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

شہری ابلاغ کی مدد سے معاشرتی نظم و ضبط (Social Control) کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، تاکہ افراد قوانین، سماجی اقدار، اور اخلاقی حدود کے اندر رہ کر زندگی گزاریں۔ تاہم، جب شہری ابلاغ کا استعمال منفی مقاصد کے لیے ہو، یا غیر معتدل مواد کو فروغ دے، تو یہ بے راہ روی، تشدد، یا تہذیبی زوال کا باعث بھی بن سکتا ہے۔[13]

اسلامی نقطۂ نظر سے ابلاغ کا مقصد خیر، اصلاح، علم، ہدایت اور سماجی فلاح ہے، نہ کہ فتنہ، فحاشی یا بدنظمی۔ اس لیے شہری معاشروں میں ابلاغ کو ایسا ہونا چاہیے جو سماجی توازن، امن، اور اخلاقی نظم کو فروغ دے۔

سیکولرائزیشن: مذہب اور جدید خاندانی نظام

سیکولرائزیشن (Secularization) ایک ایسا سماجی و فکری عمل ہے جس کے تحت مذہب کو فرد اور معاشرے کی اجتماعی زندگی سے بتدریج محدود یا علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اس رجحان نے جدید خاندانی نظام پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ مذہب، جو روایتی طور پر خاندان کی تشکیل، تربیت، تعلقات، اور اقدار کا بنیادی سرچشمہ رہا ہے، اب اسے صرف ذاتی عقیدہ یا عبادت تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں نکاح، والدین کا احترام، ازدواجی وفاداری، اور بچوں کی اخلاقی تربیت جیسے اہم خاندانی اصول کمزور پڑتے جا رہے ہیں۔[14]

جدید معاشروں میں خاندان کو ایک معاشرتی معاہدہ سمجھا جاتا ہے، جو کسی وقت ختم بھی ہو سکتا ہے، جبکہ مذہبی تعلیمات میں خاندان ایک مقدس اور پائیدار رشتہ ہے۔ سیکولر سوچ کی وجہ سے نوجوان نسل میں دین سے دوری، خاندانی ذمہ داریوں سے بیزاری، اور مغربی آزادی پسند نظریات کو فروغ ملا ہے، جس کا نتیجہ خاندانی نظام کے بکھراؤ کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔

اسلام میں خاندان صرف قانونی یا معاشی ادارہ نہیں، بلکہ ایمان، محبت، ذمہ داری اور خیر

پر مبنی ایک مقدس ادارہ ہے، جس کی بنیاد قرآن و سنت پر استوار کی گئی ہے۔ لہٰذا اسیکولر نظریات کے بڑھتے اثرات کا تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ خاندانی نظام کو مذہبی بنیادوں پر دوبارہ استوار کیا جاسکے۔

بین المذاہب شادیاں

بین المذاہب شادیوں (Interfaith Marriages) کا رجحان عصر حاضر میں تیزی سے بڑھ رہا ہے، خاص طور پر مغربی معاشروں میں، جہاں مذہب کو ذاتی انتخاب کا معاملہ سمجھا جاتا ہے۔ ایسے معاشروں میں کیے گئے مطالعات اور اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ اب ہر چار میں سے ایک شادی مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان ہو رہی ہے۔ اگرچہ یہ شادیاں بظاہر رواداری، ثقافتی ہم آہنگی اور آزاد مرضی کی علامت سمجھی جاتی ہیں، لیکن خاندانی نظام پر ان کے اثرات گہرے اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔

بین المذاہب شادیوں میں مذہبی اختلافات، عبادات، بچوں کی دینی تربیت، تہواروں کی نوعیت، اور سماجی قبولیت جیسے کئی مسائل جنم لیتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ شادیاں طویل المدت خاندانی ہم آہنگی کے بجائے ذہنی کشمکش، خاندانی دباؤ اور شناختی بحران کا سبب بنتی ہیں۔[15]

اسلامی تعلیمات میں شادی کو صرف جذباتی یا معاشرتی معاہدہ نہیں بلکہ دینی ہم آہنگی اور ایمان کی بنیاد پر قائم ایک پاکیزہ بندھن قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں مسلمان مرد کو اہل کتاب کی خواتین سے شادی کی مشروط اجازت ہے، لیکن مسلمان خواتین کو غیر مسلم مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں۔ یہ فرق خاندانی نظام کے استحکام، بچوں کی دینی تربیت اور عقیدے کی حفاظت کے تناظر میں ہے۔

انہی سبھی مسائل کو سوالات کی شکل میں 120 افراد کے سامنے پیش کیا گیا جن میں مختلف جامعات کے شادی شدہ اساتذہ، طلبہ اور معاشرے کے دیگر افراد شامل تھے ان میں سے نمونے کے طور پر سروے سے حاصل کردہ نتائج یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

سوشل میڈیا کے خاندانی زندگی پر مثبت اثرات

جدید دور میں سوشل میڈیا ایک ایسا موثر ذریعہ بن چکا ہے جو نہ صرف معلومات اور روابط کا تبادلہ ممکن بناتا ہے بلکہ خاندانی زندگی پر بھی مثبت اثرات مرتب کر رہا ہے۔ اگر اس کے استعمال میں اعتدال، حکمت اور مقصدیت شامل ہو تو یہ ذریعہ باہمی ربط، جذباتی ہم آہنگی اور خاندانی وحدت کو فروغ دینے کا مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔ سوشل میڈیا نے ایسے پلیٹ فارمز مہیا کیے ہیں جہاں خاندان کے افراد، خواہ وہ ایک دوسرے سے جغرافیائی طور پر کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں، آسانی سے رابطے میں رہ سکتے ہیں، خوشیوں اور دکھوں میں شریک ہو سکتے ہیں، اور ایک دوسرے کی زندگی سے باخبر رہتے ہیں۔ مشترکہ تصاویر، ویڈیوز، اور پیغامات نہ صرف جذباتی قربت بڑھاتے ہیں بلکہ نئی نسل کو بزرگوں سے جوڑنے میں بھی کردار ادا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں، آن لائن تعلیمی مواد، خاندانی مشورے، اسلامی رہنمائی اور تربیتی لیکچرز کے ذریعے گھریلو ماحول میں فکری اور اخلاقی ترقی ممکن ہو رہی ہے۔ زیرِ نظر مطالعہ سوشل میڈیا کے خاندانی زندگی پر مرتب ہونے والے ان مثبت پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ کس طرح اس جدید ٹیکنالوجی کو خاندانی نظام کی مضبوطی کے لیے ایک مفید وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

دور دراز کے رشتہ داروں سے رابطہ آسان

سوشل میڈیا کے ذریعے وہ رشتہ دار جو مختلف ممالک یا شہروں میں بستے ہیں، ایک دوسرے سے جڑے رہ سکتے ہیں۔ ویڈیو کالنگ، چیٹنگ اور سوشل میڈیا گروپس کے ذریعے خاندان کے افراد ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہتے ہیں۔ پہلے زمانے میں خطوط اور فون کالز ہی واحد ذرائع تھے، لیکن آج ہم کسی بھی عزیز سے چند سیکنڈ میں جڑ سکتے ہیں۔[16]

تعلیمی اور معلوماتی فوائد

خاندان کے وہ افراد، خصوصاً بچے اور نوجوان، جو تعلیمی میدان میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں، سوشل میڈیا سے بھرپور فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ آن لائن کورسز، تعلیمی ویڈیوز، ریسرچ جرنلز اور دیگر تعلیمی مواد تک رسائی آسان ہو چکی ہے۔ اگر والدین اور اساتذہ بچوں کو سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی طرف راغب کریں تو یہ ان کے مستقبل کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

گھریلو منصوبہ بندی اور سماجی میل جول

خاندان کے افراد سوشل میڈیا کے ذریعے مختلف مواقع جیسے شادی، سالگرہ یا دیگر تقریبات کی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ واٹس ایپ گروپس یا فیس بک ایونٹس کے ذریعے دعوت نامے بھیجے جاسکتے ہیں، جس سے وقت اور وسائل کی بچت ہوتی ہے۔

روزگار کے مواقع اور گھریلو کاروبار

سوشل میڈیا کا ایک اہم مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے گھریلو کاروبار اور فری لانسنگ کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ خواتین گھریلو مصنوعات، دستکاری، پکوان وغیرہ کو آن لائن فروخت کر سکتی ہیں۔ اس طرح خاندان کی معاشی حالت بہتر ہونے میں مدد ملتی ہے۔

ذہنی سکون اور تفریح کے مواقع

اگر سوشل میڈیا کو مثبت انداز میں استعمال کیا جائے تو یہ ذہنی دباؤ کم کرنے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ اچھی معلوماتی ویڈیوز، مزاحیہ کلپس، مذہبی اور موٹیویشنل تقریریں سننے سے ذہن پر مثبت اثرات پڑسکتے ہیں اور افراد اپنی روزمرہ زندگی میں بہتر کارکردگی دکھاسکتے ہیں۔[17]

والدین کے لیے مختلف مضامین کا حصول

ایک MDPI محفوظ مطالعے کے مطابق، والدین جو سوشل میڈیا پر صحت کے تعلیمی مواد کے ذریعے مستند معلومات حاصل کرتے ہیں، ان کے خاندانوں کی مجموعی صحت بہتر ہوتی ہے، خاص طور پر والدین کا ایسا استعمال کھانوں اور طرزِ زندگی کے بارے میں شعور میں مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا کے خاندانی زندگی پر منفی اثرات

عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا نے جہاں ابلاغ اور معلومات کے تبادلے میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کی ہیں، وہیں اس کا غیر محتاط، حد سے بڑھا ہوا اور غیر اخلاقی استعمال مسلم خاندانی نظام کو بھی کئی لحاظ سے متاثر کر رہا ہے۔ تحقیق سے یہ بات عیاں ہے کہ سوشل میڈیا نے نجی زندگی کی حدود کو بے اثر کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں میاں بیوی کے باہمی اعتماد میں کمی، والدین و اولاد کے درمیان تعلقات میں سرد مہری، اور اخلاقی اقدار کی زوال پذیری جیسے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں، فحش مواد تک آسان رسائی، وقت کا ضیاع، غیر ضروری تعلقات اور رازداری کی خلاف ورزی جیسے عناصر خاندانی نظام کی جڑوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ یہ منفی اثرات فرد کی ذہنی صحت سے لے کر پورے معاشرتی ڈھانچے تک پھیل چکے ہیں۔ زیرِ نظر مطالعہ انہی منفی پہلوؤں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ سوشل میڈیا کے منفی رجحانات کو اسلامی اقدار، دینی تربیت اور سماجی شعور کے ذریعے کس طرح قابو میں لایا جا سکتا ہے۔

حقیقی تعلقات میں دوری

یہ سب سے بڑا نقصان ہے کہ سوشل میڈیا نے انسان کو ورچوئل دنیا میں قید کر دیا ہے۔ گھر کے افراد ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے بیگانہ نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے فون، لیپ ٹاپ میں مگن رہتے ہیں اور حقیقی گفتگو کا وقت کم ہو رہا ہے۔[18]

والدین اور بچوں کے درمیان خلا

سوشل میڈیا کی وجہ سے والدین اور بچوں کے درمیان خلیج بڑھ رہی ہے۔ والدین بچوں کو وقت دینے کے بجائے خود بھی موبائل اور دیگر ڈیجیٹل پلیٹ فارمز میں مشغول ہو چکے ہیں، جبکہ بچے اپنی نجی زندگی کو والدین سے چھپانے لگے ہیں۔ اس سے اعتماد کی فضا متاثر ہو رہی ہے۔

ازدواجی زندگی میں مسائل

میاں بیوی کے درمیان وقت کی کمی اور غیر ضروری سوشل میڈیا ایکٹیویٹیز کے باعث ازدواجی زندگی پر منفی اثر پڑتا ہے۔ بعض اوقات فیس بک، انسٹاگرام اور دیگر پلیٹ فارمز پر غیر اخلاقی روابط اور غیر ضروری مداخلت ازدواجی مسائل کو جنم دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں طلاق کے کیسز میں اضافہ ہو رہا ہے۔

وقت کا ضیاع اور غیر ضروری مشغولیت

سوشل میڈیا کا حد سے زیادہ استعمال وقت کا ضیاع بن چکا ہے۔ نوجوان نسل پڑھائی، کیریئر اور دیگر اہم کاموں کے بجائے زیادہ تر وقت غیر ضروری پوسٹس، میمز، ویڈیوز اور چیٹنگ میں گزار رہی ہے، جس کی وجہ سے ان کی ذہنی صلاحیتیں متاثر ہو رہی ہیں۔[19]

سوشل میڈیا پر غیر حقیقی زندگی کا رجحان

سوشل میڈیا پر ہر کوئی اپنی زندگی کو بہتر اور خوشحال دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ فیس بک اور انسٹاگرام پر خوبصورت تصویریں، مہنگی اشیاء اور پر تعیش طرزِ زندگی دکھا کر لوگ دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت سے افراد، خصوصاً نوجوان، احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

غیر اخلاقی اور غیر مہذب مواد کی ترسیل

سوشل میڈیا پر جعلی اکاؤنٹس، افواہیں، فحش مواد، بلیک میلنگ اور دیگر غیر اخلاقی سرگرمیاں بھی تیزی سے بڑھ رہی ہیں، جو خاندانی ماحول کو بگاڑنے کا سبب بن رہی ہیں۔ سوشل میڈیا ایک مؤثر وسیلہ ہے جو گھریلو زندگی پر مثبت اور منفی اثرات یکساں طور پر ڈال سکتا ہے۔ اگر اس کا اعتدال میں رہ کر اور مثبت مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے، لیکن اگر اس کا بے جا اور غیر ذمہ دارانہ استعمال کیا جائے تو یہ خاندانی رشتوں میں دوریاں اور بگاڑ پیدا کر سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ والدین اور بچوں میں سوشل میڈیا کے حوالے سے شعور پیدا کیا جائے، حقیقی زندگی کے روابط کو ترجیح دی جائے اور خاندان کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ معیاری وقت گزاریں تاکہ خاندانی اقدار اور محبت کو برقرار رکھا جا سکے۔[20]

سروے رپورٹ عائلی نظام پر سوشل میڈیا کے اثرات

یہ سروے رپورٹ فیصل آباد کی منتخب جامعات کی 120 خواتین، شادی شدہ اساتذہ اور شادی شدہ طلبہ سے پوچھے گئے تیس (30) سوالات پر مشتمل ایک محدود سروے کی بنیاد پر تیار کی گئی ہے، جس کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ سوشل میڈیا مسلم عائلی نظام پر کس حد تک اثر انداز ہو رہا ہے۔ سروے کے لئے مرتب کئے گئے سوالات اسلامی تعلیمات، خاندانی تعلقات، سوشل میڈیا کے مثبت و منفی پہلو اور افراد کی رائے جوابات پانچ نکاتی (مکمل متفق، متفق، غیر جانبدار، غیر متفق، مکمل غیر متفق)Linkert Scale پر مبنی تھے۔ ان میں سے صرف دس منتخب سوالات پر مشتمل سروے رپورٹ یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

منتخب سوالات وجوابات

نمبر شمار	سوال	کلی متفق	جزوی متفق	غیر جانبدار	جزوی اختلاف	کلی اختلاف
1	سوشل میڈیا خاندانی مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔	14.17%	10.83%	58.33%	10.00%	6.67%
2	اسلامی تعلیمات کے مطابق ازدواجی زندگی کو بہتر بنانے میں سوشل میڈیا مددگار ہے۔	33.33%	29.17%	8.33%	15.00%	16.67%
3	سوشل میڈیا نوجوان نسل میں نکاح سے زیادہ آزاد تعلقات کو فروغ دے رہا ہے۔	30.00%	11.67%	16.67%	25.00%	10.00%
4	سوشل میڈیا مسلم خواتین کو اسلامی اقدار کے مطابق زندگی گزارنے میں مددگار ہے۔	23.33%	27.50%	20.83%	20.00%	8.33%
5	نوجوان نسل کی فکری و اخلاقی تربیت میں سوشل میڈیا کا کردار منفی ہے۔	50.00%	29.17%	12.50%	6.67%	1.67%
6	اسلامی خاندانی نظام کی مضبوطی کے لیے نوجوانوں کا سوشل میڈیا کا درست استعمال ضروری ہے۔	18.33%	48.33%	12.50%	10.00%	10.83%
7	اسلامی خاندانی نظام کو سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے دینی تعلیم کو فروغ دینا ضروری ہے۔	33.33%	30.00%	18.33%	6.67%	11.67%
8	والدین کو اپنے بچوں کی سوشل میڈیا سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہیے۔	66.67%	12.50%	8.33%	10.00%	2.50%
9	سوشل میڈیا کے ذریعے اسلامی خاندانی اقدار کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔	12.50%	66.67%	4.17%	8.33%	8.33%
10	سوشل میڈیا کے غیر اسلامی استعمال نے مسلم معاشرے میں بے راہ روی کو فروغ دیا ہے۔	37.50%	30.00%	10.00%	20.83%	1.67%

نتائج کو ایک گراف کی شکل میں کچھ اس طرح سے پیش کیا گیا ہے۔

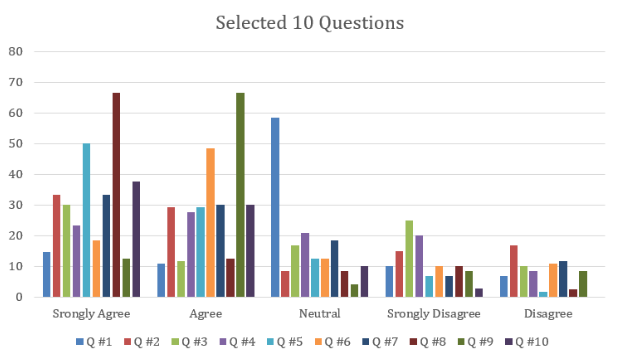

سروے کے نتائج اور گراف سے واضح ہوتا ہے کہ سروے میں شامل کثیر تعداد سوشل میڈیا کے خاندانی نظام پر منفی اور مثبت اثرات کو تسلیم کرتی ہے، خصوصاً نوجوان طبقہ اور خواتین اس سے براہ راست متاثر ہو رہی ہیں۔ تاہم ایک بڑی تعداد کا ماننا ہے کہ اگر سوشل میڈیا کو مثبت دینی اور تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ عائلی نظام کو تقویت دے سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی اہمیت پر عمومی طور پر اتفاق نظر آتا ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ معاشرتی اصلاح کے لیے اسلامی اصولوں پر مبنی رہنمائی بہت ضروری ہے۔

عائلی نظام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اسلامی تعلیمات عائلی نظام کو منظم، مستحکم اور متوازن رکھنے کے لیے ایک مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ خاندان کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اور اس کے استحکام کے لیے اسلام نے نکاح کو بنیاد بنایا، شوہر اور بیوی کے حقوق و فرائض کو تفصیل سے واضح کیا، اور والدین اور بچوں کے باہمی تعلقات میں محبت، شفقت اور عدل کو فروغ دیا۔ قرآن و حدیث میں دی گئی تعلیمات کے مطابق عائلی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے ہر فرد کو اپنے کردار اور ذمہ داریوں کا ادراک کرنا ضروری ہے۔ ان ہدایات پر عمل سے نہ صرف خاندان میں خوشحالی آتی ہے بلکہ پورا معاشرہ بھی امن و راحت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اسلامی شریعت ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی کرتی ہے۔ یہ احکام نہ صرف انفرادی اصلاح کے لیے ہیں بلکہ اجتماعی، سیاسی اور سماجی تنظیم کے لیے بھی بنیادی اصول فراہم کرتی ہے۔ شریعت کے قوانین زندگی کے ہر میدان کو منظم کرتے ہیں، چاہے وہ عقائد و عبادات ہوں یا معاشرتی و ریاستی معاملات۔ ان احکام کے ذریعے اسلام نے ایک ایسا جامع نظام تشکیل دیا ہے جو انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں میں توازن پیدا کرتا ہے۔ عبدالقادر عودہ اپنی کتاب میں شریعت کے ان احکام کو اس طرح واضح کرتے ہیں۔

> "شریعت کے احکام دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم وہ احکام ہیں جو دین کی بنیادوں کے لیے ضروری ہیں، جنہیں عقائد اور عبادات سے متعلق کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ احکام ہیں جو سیاسی اور معاشرتی تنظیم کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ یہ احکام افراد اور جماعت کے تعلقات، ریاستی اور آئینی قوانین، عائلی نظام، اور سزاؤں سے متعلق ہیں۔ ان احکام میں اہم حصہ 'الاحوال الشخصیہ' یا عائلی احکام پر مشتمل ہے۔"[21]

عائلی نظام سے متعلق اسلامی تعلیمات کی رہنمائی سے متعلق اہم نکات درج ذیل میں ہیں

1. **نکاح** (نکاح کو عبادت اور معاشرتی تعلقات کا آغاز قرار دیا گیا، نسل انسانی کی بقا اور پاکیزگی کا ذریعہ، فحاشی اور بے راہ روی سے بچنے کا ذریعہ)۔
2. **شوہر کے حقوق** (بیوی کا شوہر کی اطاعت کرنا۔ گھر کے معاملات میں شوہر کی عزت کرنا۔ شوہر کی امانت اور راز داری کا خیال رکھنا)۔
3. **بیوی کے حقوق** (نان و نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر۔ حسن سلوک۔ بیوی کی جذباتی اور جسمانی ضروریات کا خیال رکھنا)۔
4. **والدین کے حقوق** (ان کی خدمت اور فرمانبرداری۔ بڑھاپے میں دیکھ بھال۔ ان کے ساتھ محبت اور ادب کا رویہ)۔
5. **بچوں کے حقوق** (اچھی تعلیم و تربیت کی فراہمی۔ شفقت اور محبت کے ساتھ پرورش۔ اخلاقیات اور دین کی بنیادی تعلیم دینا)۔[22]

نکاح: اسلامی تعلیمات میں عائلی نظام کا بنیادی ستون

اسلامی تعلیمات میں نکاح کو عائلی نظام کی بنیاد اور ایک مقدس معاہدہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ نہ صرف مزوجین کے درمیان محبت، رحمت، اور تعاون کا ذریعہ ہے بلکہ اس کے ذریعے ایک صالح اور پاکیزہ معاشرتی نظام کی تشکیل بھی ممکن ہوتی ہے۔ نکاح اسلامی معاشرت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ انسانی فطرت کی ضروریات کو پورا کرنے، عفت و پاکیزگی کی حفاظت کرنے، اور نسل انسانی کے تسلسل کو یقینی بنانے کا ذریعہ ہے۔

اسلامی عائلی نظام میں شوہر کے حقوق کی اہمیت

اسلامی عائلی نظام میں شوہر کے حقوق کو نہایت اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام نے خاندان کو مضبوط بنانے اور میاں بیوی کے تعلقات میں توازن پیدا کرنے کے لیے واضح احکام اور اصول وضع کیے ہیں۔ شوہر اور بیوی کے درمیان محبت، احترام، اور اعتماد کا تعلق اسلامی عائلی نظام کا مرکز ہے۔ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کا مقصد خاندان میں سکون اور محبت پیدا کرنا ہے، جو ایک صالح معاشرے کی بنیاد ہے۔ ذیل میں شوہر کے اہم حقوق کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے:

شوہر کی ضروریات پوری کرنا

بیوی کا فرض ہے کہ وہ شوہر کی جسمانی، جذباتی، اور معاشرتی ضروریات کا خیال رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ، فَبَاتَ غَضْبَانَ، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ.))[23]

"جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے، اور شوہر اس پر ناراض ہو کر رات گزارے، فرشتے اس خاتون پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔"

بیوی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی جسمانی حاجات کا لحاظ رکھے اور اسے کسی طرح کی اذیت یا کمی کا احساس نہ ہونے دے۔

شوہر کے مال کی حفاظت

بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کے مال کی نگہداشت کرے اور اسے برباد ہونے سے بچائے۔ یہ نہایت اہم ذمہ داری ہے، کیونکہ شوہر اپنی محنت سے کمایا ہوا مال خاندان کے لیے فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"وَحَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ"[24]

"اور وہ (نیک بیویاں) شوہر کی غیر موجودگی میں ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، جیسا کہ اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔"

شوہر کے رازوں کی حفاظت

بیوی پر واجب ہے کہ وہ شوہر کے ذاتی معاملات اور رازوں کو پوشیدہ رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

((إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا.))[25]

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بُرا انسان وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے خلوت میں بات کرے اور پھر اُن باتوں کو ظاہر کردے۔"

نافرمانی سے اجتناب

شوہر کی نافرمانی اور اس کے حقوق کی پامالی ایک سنگین گناہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

((إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ.))[26]

"جب عورت پنج وقتہ نماز ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، پاکدامنی اختیار کرے، اور شوہر کی فرمانبرداری کرے، تو اسے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو، داخل ہو جاؤ۔"

اسلامی تعلیمات شوہر اور بیوی کے تعلق کو توازن اور محبت پر مبنی بنانے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔ شوہر کے حقوق کی پاسداری نہ صرف ایک بیوی کا مذہبی فریضہ ہے بلکہ یہ ایک خوشگوار اور مضبوط عائلی نظام کی ضمانت بھی ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کی اطاعت، عزت، اور خدمت کے ذریعے اپنے فرائض ادا کرے تاکہ عائلی زندگی سکون اور خوشحالی کا گہوارہ بن سکے۔

عائلی نظام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اسلامی عائلی نظام میں بیوی کو ایک خصوصی مقام دیا گیا ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات نہ صرف بیوی کے مقام و مرتبے کو واضح کرتی ہیں بلکہ اس کے حقوق کی ضمانت بھی دیتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کے حقوق کا خیال رکھے اور اس کے ساتھ محبت اور انصاف پر مبنی رویہ اختیار کرے۔ عائلی نظام کی مضبوطی اور خوشحالی کا انحصار اس بات پر ہے کہ شوہر اپنے فرائض کو سمجھ کر بیوی کے حقوق کی ادائیگی کرے۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنا نہ صرف شوہر کی ذمہ داری ہے بلکہ یہ نیکی اور اعلیٰ اخلاق کی علامت بھی ہے۔

انصاف کا مطلب صرف مالی معاملات میں برابری نہیں بلکہ وقت اور جذبات میں بھی مساوات قائم رکھنا ہے۔

والدین کے حقوق

اسلامی تعلیمات میں والدین کے حقوق کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بارہا والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت پر زور دیا گیا ہے۔ والدین وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کی پرورش، تعلیم و تربیت، اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ والدین کے حقوق کی ادائیگی نہ صرف اولاد کی اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے بلکہ یہ اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

والدین کی فرمانبرداری

اسلامی خاندانی نظام کی اساس والدین کی اطاعت پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اور اسے اپنی عبادت کے بعد فوراً بیان فرمایا ہے۔

"وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا."[27]

"اور تمہارے رب کا حکم ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے احترام اور نرمی سے بات کرو۔"

والدین کی خدمت اور دعا

اولاد پر لازم ہے کہ وہ والدین کی خدمت کرے، خاص طور پر جب وہ عمر رسیدہ ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

((رِضَا اللَّهِ فِي رِضَا الْوَالِدِ، وَسَخَطُ اللَّهِ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ.))[28]

"اللہ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے، اور اللہ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ والدین کی خدمت اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب بنتا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک

نبی کریم ﷺ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے ایک مفصل حدیث بیان کی، جو والدین کے مقام اور ان کے حقوق کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أَبُوكَ.))[29]

"ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے تیسری بار دریافت کیا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ جب اس نے چوتھی بار پوچھا، تو فرمایا: تمہارا باپ۔"

والدین کے لیے دعا اور بخشش کی درخواست

اولاد پر فرض ہے کہ وہ والدین کے لیے دعا کرے، چاہے وہ زندہ ہوں یا انتقال کر چکے ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے لیے یوں دعا کرنے کی تعلیم دی۔

"وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا."[30]

"اور کہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔"

والدین کے حقوق اسلامی عائلی نظام کا وہ بنیادی جزو ہیں جن کی ادائیگی سے نہ صرف خاندان میں محبت اور سکون پیدا ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔ والدین کی فرمانبرداری، خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک اولاد کی ذمہ داری ہے، اور یہ عمل جنت میں داخلے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، جو شخص والدین کے حقوق ادا کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔

اولاد کے حقوق

اسلامی تعلیمات میں بچوں کے حقوق کو انتہائی اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ بچے عائلی نظام کا ایک بنیادی جزو ہیں اور ان کی تربیت، تعلیم اور ضروریات کی تکمیل والدین کی اولین ذمہ داری ہے۔ بچوں کے حقوق کی ادائیگی نہ صرف ایک شرعی فریضہ ہے بلکہ ایک صالح اور مضبوط معاشرے کی تشکیل کی بنیاد بھی ہے۔ قرآن و سنت میں بچوں کے حقوق کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، تاکہ والدین اپنے فرائض کو سمجھیں اور ان کے ذریعے اپنے بچوں کی بہترین پرورش کریں۔

بچوں کی پیدائش کے وقت حقوق

اسلام نے بچوں کے لیے ان کے پیدائش کے وقت سے ہی حقوق مقرر کر دیے ہیں۔ ان کے لیے اچھا نام رکھا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

((إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ.))[31]

"قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں اور تمہارے والدین کے ناموں سے پکارا جائے گا، لہٰذا اپنے ناموں کو اچھا رکھو۔"

بچے کے نام کا انتخاب نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ نام بچے کی پہچان کا حصہ بنتا ہے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ مساوی سلوک کریں تاکہ آپس میں کینہ اور جلن پیدا نہ ہو۔

تجاویز و سفارشات

- مسلم معاشروں میں میڈیا لٹریسی (Media Literacy) کو فروغ دیا جائے تاکہ نوجوان نسل سوشل میڈیا کے مفید اور مثبت استعمال سے واقف ہو اور غیر اخلاقی و غیر اسلامی مواد سے اجتناب کر سکے۔
- دینی ادارے، تعلیمی مراکز اور ریاستی ذرائع ابلاغ ایسے پلیٹ فارمز قائم کریں

جہاں اسلامی خاندانی اقدار پر مبنی معیاری اور پرکشش مواد نشر کیا جائے تاکہ نوجوانوں کو اپنی ثقافت اور دینی اصولوں سے جوڑا جاسکے۔

- والدین اور اساتذہ کو تربیتی ورکشاپس کے ذریعے یہ شعور دیا جائے کہ وہ بچوں کی آن لائن سرگرمیوں پر نظر رکھیں اور انہیں خاندانی نظام کی اہمیت اور اسلامی اخلاقیات کے مطابق تربیت فراہم کریں۔
- حکومت سوشل میڈیا کے منفی اثرات کے سد باب کے لیے مناسب ضوابط و قوانین وضع کرے، جس کے تحت غیر اخلاقی اور خاندانی نظام کو نقصان پہنچانے والے مواد کی اشاعت اور ترویج پر پابندی عائد کی جائے۔
- علمائے کرام اور دینی رہنما سوشل میڈیا کے مثبت استعمال اور خاندانی نظام کی اہمیت پر خطبات، دروس اور آن لائن مہمات کے ذریعے شعور اجاگر کریں تاکہ معاشرتی سطح پر اسلامی اقدار کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے۔
- جامعات اور تحقیقی اداروں میں سوشل میڈیا اور خاندانی نظام پر مزید تحقیقی منصوبے شروع کیے جائیں تاکہ اس میدان میں جامع اور ٹھوس علم پیدا ہو اور قابلِ عمل حل سامنے لائے جاسکیں۔
- معروف سوشل میڈیا کمپنیوں سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ مسلم معاشروں کی ثقافتی حساسیت کا احترام کرتے ہوئے غیر اخلاقی مواد کی روک تھام کے لیے مؤثر پالیسیاں اپنائیں۔

خلاصہ

یہ تجزیاتی مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ سوشل میڈیا نے مسلم معاشروں میں عائلی نظام پر نہایت گہرے اور متنوع اثرات مرتب کیے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ جہاں سوشل میڈیا خاندان کے افراد کے مابین رابطے، معلومات کے تبادلے اور دینی و تربیتی مواد کے پھیلاؤ کا ذریعہ بن رہا ہے، وہیں یہی ذریعہ خلوت، حیا، وقت کی تنظیم، اور رشتوں کے تقدس کو خطرے میں ڈالنے کا سبب بھی بن رہا ہے۔ تحقیق کے دوران سامنے آنے والے مشاہدات سے معلوم ہوا کہ مسلم عائلی نظام کی تشکیل میں سوشل میڈیا کا کردار اس وقت مثبت ہوتا ہے جب اس کا استعمال دینی اصولوں، اخلاقی حدود اور اعتدال کے دائرے میں کیا جائے۔ لیکن جب یہی استعمال غیر محتاط، بے لگام اور غیر اخلاقی ہو جائے تو یہی سوشل میڈیا خاندانوں کی تخریب، طلاق کے رجحانات، والدین و اولاد کے درمیان فاصلے اور اخلاقی زوال کا سبب بن جاتا ہے۔

تحقیق اس نتیجے پر پہنچی کہ موجودہ دور میں سوشل میڈیا کا استعمال ناگزیر ہو چکا ہے، تاہم اس کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فکری، تربیتی اور پالیسی سطح پر اقدامات کی اشد ضرورت ہے تاکہ مسلم عائلی نظام اپنی اصل روح، استحکام اور اقدار کے ساتھ باقی رہ سکے۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1]Wilson, W.J. *The Truly Disadvantaged: The Inner City, the Underclass, and Public Policy*. University of Chicago Press, 1987, 92-95

[2]Park, R.E. *Race and Culture*. Free Press, 1950, 204-207

[3]Wirth, L. *Urbanism as a Way of Life*. American Journal of Sociology, 44(1), 23-24

[4]Mawdūdī, Sayyid Abū al-A'lā. *Islāmī Nizām-e-Ma'īshat ke Uṣūl aur Maqāṣid*. Lahore: Islamic Publications, 1439 AH/2018, 15–16.

[5]Samī'a, Sa'diyya. *Khawātīn kī 'Aṣrī Ma'āshī Sargarmiyyōn ke 'Ā'ilī Niẓām par Atharāt: Islāmī Ta'līmāt kī Rawshanī mein Jā'iza*. MPhil diss., Bahauddin Zakariya University, Multan, 1437 AH/2016, 159

[6]Wilson, W.J. *The Truly Disadvantaged: The Inner City, the Underclass, and Public Policy*. University of Chicago Press, 1987, 92-95

[7] Park, R.E., & Burgess, E.W. *Introduction to the Science of Sociology*. University of Chicago Press, 1921, 161-165

[8] Park and Burgess, *Introduction to the Science of Sociology*, 228–231.

[9]Park, R.E. *Race and Culture*. Free Press, 1950, 112- 115

[10]Park, *Race and Culture*, 204–207.

[11]Burgess, E.W. *The Family: From Institution to Companionship*. American Book Company, 1963, 35-39

[12] Burgess, *The Family: From Institution to Companionship*, 142–145.

[13]Wirth, L. *Urbanism as a Way of Life*. American Journal of Sociology, (1938) 44(1), 18-21

[14] Burgess, E.W. (1945). *The Family in a Changing Society*. University of Chicago Press, 1945, 67 - 70

[15] Burgess, *The Family in a Changing Society*, 88- 91

[16]Hampton, Keith N., Lauren Sessions Goulet, and Lee Rainie. *Social Networking Sites and Our Lives*. Pew Research Center, 2011, 23-25. https://www.pewresearch.org/internet/2011/06/16/social-networking-sites-and-our-lives/

[17] Rainie, Lee, and Barry Wellman. *Networked: The New Social Operating System*. MIT Press, 2012, 145- 147

[18] Jawād, Ḥasan. *Islāmī Ta'līmāt aur Jadīd Mu'āshara*. Lahore: Kutub Khāna Ḥaq, 1437 AH/2016, 93.

[19] Asadullāh, Sājid, and Khalid Maḥmood Arif. "Nawjawān Nasl ke Mu'āṣir Manfī Rawiyye aur social media." *At-Tabyīn* 6, no. 1 (2022): 53–72.

[20] Anwār, Farīd. *Islām aur Maghrib*. Karachi: Al-Azhar Book House, 1434 AH/2013.

[21] 'Awda, 'Abd al-Qādir. *Al-Islām bayn Jahl Abnā'ih wa 'Ajz 'Ulamā'ih*. Cairo: Maktaba Dār al-Qalam, 1430 AH/2009, 2nd ed., 8.

[22] Qādirī, Sayyid Aḥmad 'Urūj. *Islām ke 'Ā'ilī Qawānīn*. New Delhi: Markazī Maktaba Islāmī, 1436 AH/2015, 69–79.

[23] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Abū 'Abd Allāh. *Al-Jāmi' aṣ-Ṣaḥīḥ*. Kitāb an-Nikāḥ, Bāb Idhā Bātat al-Mar'a Muhājira Firāsh Zawjihā, ḥadīth 5194. Beirut: Dār Ṭawq an-Najāh, n.d.

[24] *An-Nisā'*, 4:34.

[25] Muslim, Abū al-Ḥasan ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī. *Al-Jāmi' aṣ-Ṣaḥīḥ*. Kitāb an-Nikāḥ, Bāb Taḥrīm Ifshā' Sirr al-Mar'a, ḥadīth 1437. Beirut: Dār al-Fikr, 1411 AH/1990.

[26]Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad*. Bāb Faḍā'il al-A'māl, ḥadīth 1661. Riyadh: Dār as-Salām, 1431 AH/2010.

[27] *Al-Isrā'*, 17:23.

[28] At-Tirmidhī, Abū 'Īsā Muḥammad ibn 'Īsā. *Sunan at-Tirmidhī*. Kitāb al-Birr wa aṣ-Ṣila, Bāb Mā Jā'a fī Riḍā al-Wālidayn, ḥadīth 1899. Riyadh: Dār as-Salām lil-Nashr wa at-Tawzī', 1431 AH/2010.

[29] Al-Bukhārī, *Al-Jāmi' aṣ-Ṣaḥīḥ*. Kitāb al-Adab, Bāb Man Aḥaqq an-Nās bi-Ḥusn aṣ-Ṣuḥba, ḥadīth 5971.

[30] *Al-Isrā'*, 17:24.

[31] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash'ath as-Sijistānī. *Sunan Abī Dāwūd*. Kitāb al-Adab, Bāb fī Taghyīr al-Asmā' al-Qabīḥa, ḥadīth 4948. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, n.d.